اسلام کا نظام تعزیرات

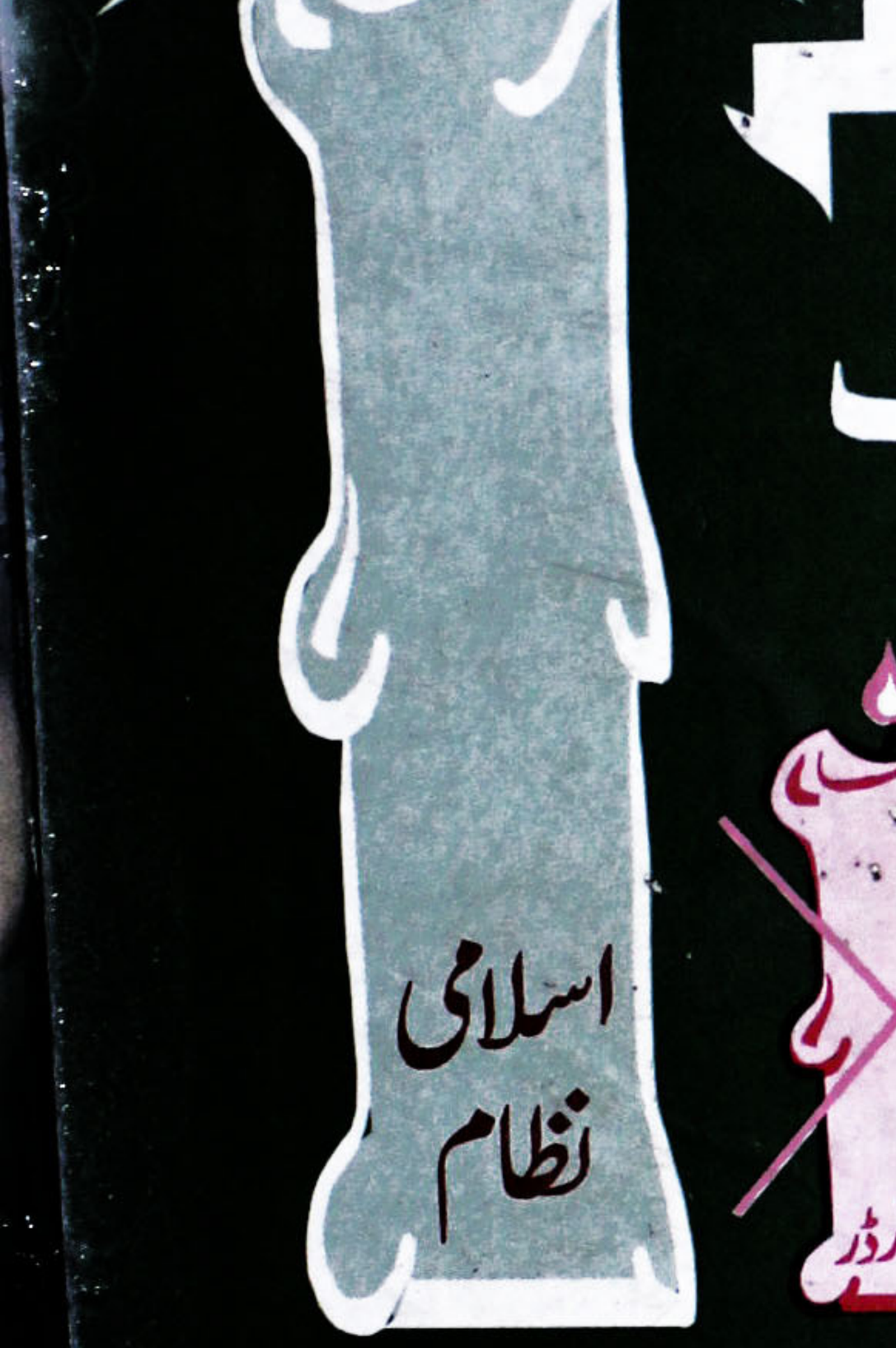

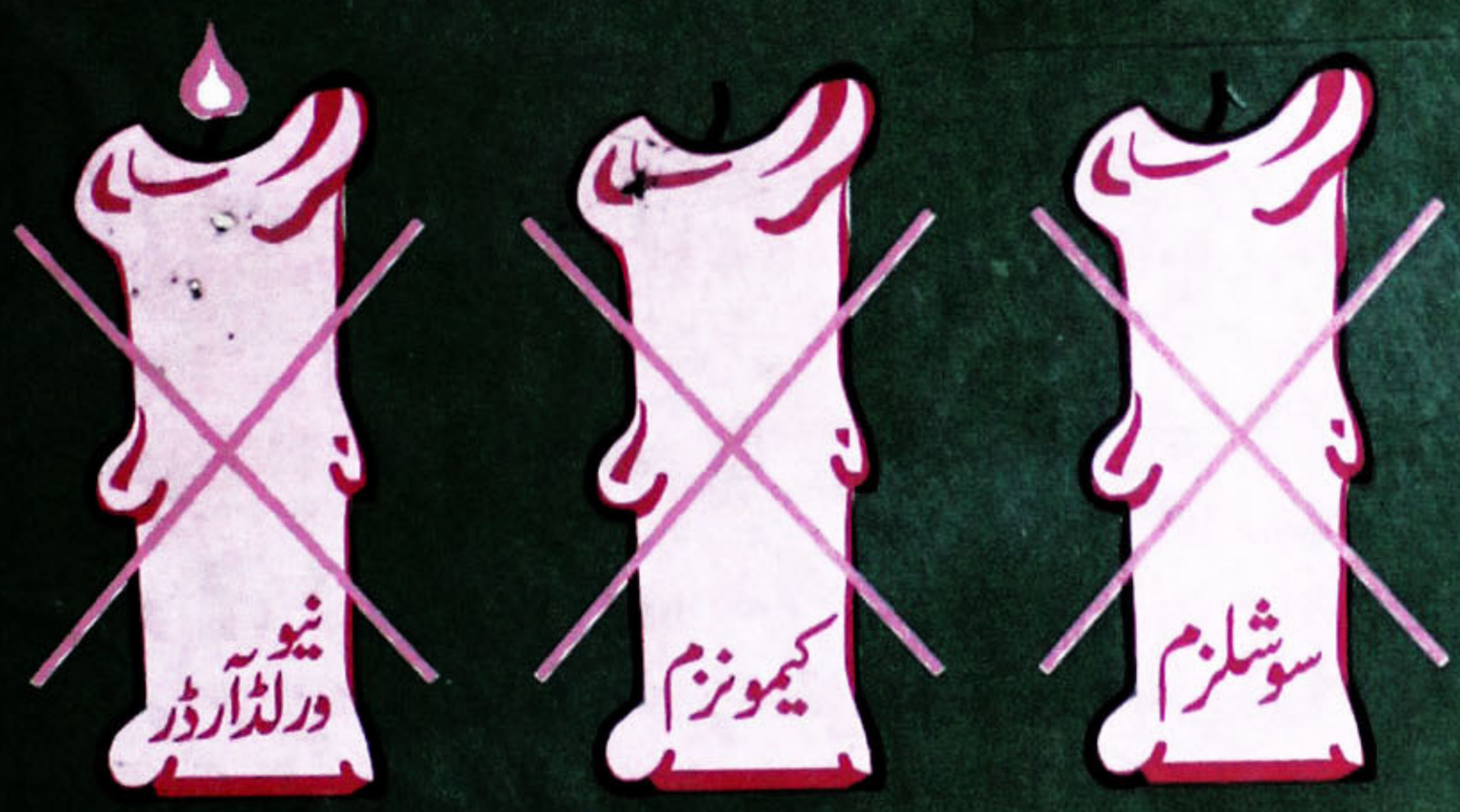

تصنیف: عبدالرحمٰن عبدالعزیز الداؤد * ترجمہ: طارق اکیڈمی

طارق اکیڈمی فیصل آباد

کے قتل کا حکم دیا اور آپ کا یہ حکم نافذ ہوا۔ اور لوگوں میں مشہور ہوا۔ اور کوئی اس پر معترض نہ ہوا پس اس پر اجماع ہو گیا۔

(۳) امام مالکؒ نے اپنے موطا میں روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت حفصہؓ نے اپنی ایک لونڈی کو قتل کر دیا۔ جس نے آپ پر سحر کر دیا تھا اور وہ مدبرہ تھی۔ پس وہ آپ کے حکم سے قتل کر دی گئی[1]۔ اس واقعہ سے ان کا استدلال یہ ہے کہ حضرت حفصہؓ نے اپنی لونڈی کو جادو کرنے پر قتل کر دیا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کی وجہ سے اس کے حکم سے خوب واقف تھیں۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ ساحر کی حد قتل ہے۔

قول دوم

ساحر کو اس وقت تک قتل نہ کیا جائے جب تک کہ اس کے عملیات سحر کفر کی حد تک نہ پہنچ جائیں کیوں کہ اس کے کلام سے غیر اللہ کی عظمت قائم ہوتی ہے۔ مجرد سحر جو کفر تک نہ پہنچے اس میں اُسے قتل نہ کیا جائے اور یہ قول امام شافعی کا ہے۔

ان کا استدلال حدیث "لا یحل دم امری ءمسلم الا باحدی ثلاث" کے عموم سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے خونِ مسلم کو حلال کرنے والی اشیاء کو شمار کیا ہے۔ مگر ان میں سحر کا ذکر نہیں کیا۔ پس یہ اس کے عدم قتل پر دال ہے۔ مگر جب وہ اپنے سحر میں درجہ کفر تک پہنچ جائے تو اُسے قتل کر دیا جائے کیوں کہ وہ تارک دین کی ذیل میں داخل ہو گیا ہے۔ اور کفر کی وجہ سے دین سے خارج ہو گیا ہے۔ اس لیے اس کا قتل کرنا جائز ہے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت سے بھی انہوں نے استدلال کیا ہے کہ آپ نے اپنی مدبرہ لونڈی کو فروخت کر دیا جس نے آپ پر سحر کر دیا تھا وہ کہتے ہیں کہ اگر قتل واجب ہوتا تو اس کا فروخت کرنا جائز نہ ہوتا۔ کیوں کہ بیع قتل کو زائل

---

[1] المنتقی ۲/۷۴۰۔

Marfat.com

کرنے والی ہے۔

ترجیحی قول

ہمارے نزدیک ساحر کی حد قتل ہے اور اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) نصوص کی دلالت قتل پر ہے۔ اگرچہ ان نصوص میں ضعف ہے۔ مگر وہ ایک دوسرے کی قوت کے باعث عمل کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔

(۲) حضرت عمرؓ نے ساحروں کے قتل کا حکم دیا۔ مگر کسی نے ان پہ اعتراض نہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کا اجماع ساحر کے قتل پر ہے۔

(۳) اس حد پر عمل ہوا اور لوگوں میں اس کا چرچا بھی ہوا۔ مگر کوئی اس پر معترض نہ ہوا۔ اس لحاظ سے ساحر کا قتل کرنا تقریباً متفق علیہ ہے۔

ممکن ہے عدم قتل کے قائلین کی طرف سے جواب دیا جائے کہ ساحر کا قتل ایک صورت میں ہو سکتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس کا سحر درجہ کفر تک پہنچ جائے اس پر تو سب کا اتفاق ہے۔ انہوں نے جو حدیثؐ لایحل دم امرئ مسلم الا بلحدی ثلاث" کے عموم سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عموم ان احادیث سے مخصوص ہے جو قتل ساحر پہ دلالت کرتی ہیں، اور ان میں سے بعض کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے۔

اور جو استدلال انہوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے کیا ہے کہ آپ نے اپنی مدبرہ لونڈی کو فروخت کر دیا جس نے آپ پر سحر کیا تھا اور سحر قتل کو زائل کرنے والی ہے۔ پس یہ ساحر کے قتل کے عدم وجوب پر دال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو آپ کا ایسا کرنا اجتہاداً ہوگا اور کسی دوسرے کے حق میں اس پر عمل نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی یہ قتل پر دلالت کرنے والی نصوص کا معارض ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

کیا ساحر سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے یا نہ کیا جائے

ساحر کی حد کے متعلق علماء کے اقوال اور اس کی حد کے متعلق راجح قول یعنی قتل کے بیان کے بعد ذیل میں ہم اس اختلاف کا ذکر کرتے ہیں جو قتل کے قائلین ساحر سے توبہ کے مطالبہ کے متعلق کرتے ہیں۔ یعنی ساحر کو قتل کرنے سے قبل اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ اس بارے میں دو مختلف قول ہیں۔

قول اوّل ساحر کو قتل کرنے سے قبل اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس لیے کہ وہ توبہ کے مطالبہ میں مرتد کی طرح ہے۔

قول دوم ساحر سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ یہ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے۔ جس میں امام مالکؒ بھی شامل ہیں وہ کہتے ہیں کہ ساحر کو قتل کر دیا جائے۔ اور اس سے توبہ کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ نہ ہی اس کی توبہ قبول کی جائے۔ بلکہ حتمی طور پر قتل کر دیا جائے۔

اس قول کے قائلین کا استناد یہ ہے کہ کسی ایک صحابی سے بھی یہ بات مروی نہیں کہ انہوں نے کسی ساحر سے توبہ کا مطالبہ کیا ہو۔ ایسے ہی انہوں نے ہشام بن عروہ کی روایت سے استناد کیا ہے۔ جو انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے بیان کی ہے کہ ایک ساحرہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے دریافت کیا کہ کیا وہ توبہ کر سکتی ہے۔ مگر کسی نے اُسے توبہ کرنے کا فتویٰ نہ دیا۔ پس یہ اس امر پر دال ہے کہ ساحر سے توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارے نزدیک گذشتہ دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ساحر نے ایسا کام کیا ہے جو درجہ کفر تک پہنچتا ہے تو اُسے توبہ کا مطالبہ کیے بغیر قتل کر دیا جائے۔ اور اگر وہ کام درجہ کفر تک نہیں پہنچتا تو اس سے توبہ کا مطالبہ

کیا جائے۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک، ورنہ اُسے قتل کر دیا جائے۔ اس طرح دلائل میں توافق پیدا ہو جاتا ہے۔ پس وہ دلائل جن میں توبہ کے عدم مطالبہ کا ذکر ہے۔ انہیں اس سحر پر محمول کیا جائے گا جو درجہ کفر تک پہنچ چکا ہو۔ اور جن میں توبہ کے مطالبے کا ذکر ہے انہیں اس سحر پر محمول کیا جائے گا جو درجہ کفر تک نہ پہنچا ہو۔

Marfat.com

سزائے قصاص

گذشتہ صفحات میں ہم نے جرائم حدود اور ان کی سزاؤں کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ذیل میں ہم کسی پر ظلم اور اس سے کم تر جرائم اور ان کی سزا یعنی قصاص کا ذکر کرتے ہیں۔ قصاص پر گفتگو کرنے کے لیے کئی مجلدات کی ضرورت ہے۔ اس مختصر رسالہ میں ہم اس پر بحث کرنے سے اعراض کرتے ہیں لیکن اس خیال سے کہ ہم اسلامی سزاؤں کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ کسی پر ظلم کرنے کی سزا یا اس سے کم تر سزا یعنی قصاص کے متعلق مختصراً بحث کریں۔ یہ مقام طوالت کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سزا پر گفتگو کرنے سے قبل ہمیں اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ قصاص کیا ہوتا ہے؟

قصاص لغت میں تتبع کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔
فلان قص اثرہ۔ یعنی فلاں نے اس کا تتبع کیا۔

اور مساوات پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اصطلاح فقہاء میں جرم اور سزا کے درمیان مساوات کو قصاص کہتے ہیں۔

لغوی اور اصطلاحی معنوں کے درمیان یہ مناسبت ہے کہ قصاص میں مجرم کا تتبع کیا جاتا ہے اور جرم سے روک دینے والی سزا کے بغیر اُسے نہیں چھوڑا جاتا اور نہ ہی مظلوم کا غصہ ٹھنڈا کیے بغیر اُسے چھوڑا جاتا ہے۔ پس مجرم کا سزا کے لیے اور مظلوم کا شفا کے لیے تتبع کرنا قصاص کہلاتا ہے۔

ظلم کی اقسام نفس پر ظلم یہ ہے کہ جب کوئی شخص عمداً یا ظلماً کسی دوسرے شخص کو مار دے اور وہ عاقل و بالغ ہو اور مقتول کی

کی اصل نہ ہو اور مقتول ایسا ہو کہ اس کا خون بہانا جائز نہ ہو اور جرم کے دوران میں وہ قاتل کا دفاع کر رہا ہو تو تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس کی سزا قصاص ہے۔ اور اس صورت میں قصاص لینا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

کتاب اللہ میں اس کا ثبوت یہ ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ۭ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۭ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَاۗءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ۭ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۭ[1]

اے مومنو! مقتولوں کے بارے میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے، غلام، غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے، اور جسے اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا جائے تو معروف کے ساتھ اسکی پیروی کرنا ہے اور احسان سے اسے ادا کرنا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔[2]

اور ہم نے ان پر جان کے بدلے جان لینا فرض کیا۔

یہ دو آیتیں اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ جان پر ظلم کرنے کی سزا قصاص ہے۔

سنت میں اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قتل له قتيل فهو بخير النظرين اما ان يفتدى واما ان يقتل۔[3]

جس کا کوئی آدمی قتل ہو جائے اسے دو باتوں کا اختیار ہے چاہے اس کا فدیہ لے چاہے قتل کرے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ "واما ان يقتل"

---

[1] البقرۃ - ۱۷۸ [2] المائدہ - ۴۵

اس بات کی دلیل ہیں کہ قتل کی سزا قصاص ہے۔

اجماع سے اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں کے معتبر علمائے سلف و خلف کا قصاص کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ عقل بھی قصاص کی مؤید ہے۔ کیوں کہ اگر قاتل کو اپنے عمل کے مجانس سزا نہ دی جائے تو وہ اسی قسم کے متعدد جرائم کا مرتکب ہوگا جس سے خوف پھیلے گا، امن برباد ہوگا اور ناحق کئی لوگ مارے جائیں گے مگر جب مجرم کو علم ہو کہ اس سے قصاص لیا جائے گا اور اس کے عمل کے مطابق اسے سزا ملے گی تو وہ لامحالہ جرائم کے ارتکاب سے رکے گا۔ اس طرح وہ خود اور جس شخص کو وہ قتل کرنا چاہتا ہے دونوں بچ جائیں گے۔ اور معاشرہ میں امن و سکون ہو جائے گا۔

بعض علمار نے قتل عمد کی سزا کی کئی قسمیں قرار دی ہیں۔ بعض کو اصلی سزائیں، بعض کو سزائے بدل اور بعض کو ضمنی سزائیں قرار دیا ہے۔

اصلی سزائیں - قصاص اور کفارہ ہیں۔ قصاص جرم قتل کے ارتکاب پر ہوگا جس میں سابقہ شروط پائی جائیں گی۔ اس صورت میں اُسے قصاص دینا ہوگا۔ سوائے اس کے کہ بعض شرعی امور کی وجہ سے قصاص مکمل نہ ہو یا مقتول کے اولیار اُسے مطلقاً معاف کر دیں یا دیت دینے کی وجہ سے اُسے معاف کر دیا جائے۔

قصاص کے سقوط کی صورت میں اس پر کفارہ واجب ہوگا، اور یہ قتل خطار کے کفارہ جتنا ہوگا[1] اور بطور قصاص قتل عمد میں اس کا ادا کرنا بدرجہ اولے ثابت ہوگا۔

سزائے بدل - دیت اور تعزیر ہے۔ دیت اس وقت ہوتی ہے۔ جب قصاص کسی سبب شرعی کی وجہ سے مکمل نہ ہو یا مقتول کے اولیار اپنے حق قصاص کو ساقط کر دیں اور دیت کا مطالبہ کریں۔ اس صورت میں دیت واجب ہوگی۔

---

[1] قتل خطار کا کفارہ بالترتیب یہ ہے ایک مومن غلام کا آزاد کرنا اور نہ ملنے کی صورت میں دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا۔

Marfat.com

تعزیر - حاکم وقت جب حالات کا تقاضا دیکھے تو تعزیر مع دیت قصاص کا بدل ہو جاتی ہے - جیسے تعزیر دیت کا بدل ہو جاتی ہے - ویسے ہی وہ قصاص کے بدل کا بدل بھی ہو جاتی ہے -

ضمنی سزا :- ورثہ سے محروم ہوتا ہے - جب قاتل مقتول کے وارثوں میں سے ایک وارث ہو تو وہ مقتول کی میراث میں سے نہ مال کا وارث ہو سکتا ہے نہ دیت کا - بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک آدمی نے پتھر چلایا تو وہ اس کی ماں کو جا لگا جس سے وہ مر گئی - اس نے وراثت سے اپنا حصہ لینا چاہا تو اس کے بھائیوں نے اُسے کہا کہ تیرا کوئی حق نہیں - پھر یہ معاملہ حضرت علیؓ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ میراث میں تیرا حق پتھر ہے - آپ نے اُسے دیت کا جرمانہ کیا مگر اُسے میراث سے کچھ نہ دیا[1] -

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد بھی اس پر دلالت کرتا ہے -

لیس للقاتل من مال المقتول شیئا ولا یرث شیئا - — قاتل کو مقتول کے مال سے کچھ نہیں ملے گا اور نہ ہی وہ کسی چیز کا وارث ہو گا -

ضمنی سزاؤں میں سے وصیت سے محروم ہونا بھی ہے - جب موصی لہ موصی کو قتل کر دے تو وصیت باطل ہو جائے گی - گذشتہ بیانات کی بنا پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قصاص فی النفس بالاتفاق حد ہے جس کا اسقاط نہیں ہوتا - سوائے اس کے کہ مقتول کا ولی مطلقاً معاف کر دے یا دیت دیدے یا کسی شرعی سبب کے باعث اس کی تکمیل نہ ہو سکے -

دوم :- ظلم کی اقسام میں سے جان پر ظلم کرنے سے کم تر مظالم بھی ہیں - جان پر ظلم کی عقوبت کے بیان کے بعد ذیل میں ہم اس سے کم تر مظالم کی سزا بیان کرتے ہیں - اسلام نے اس میں بھی قصاص کا حکم دیا ہے - کیوں کہ جو مظالم جان پر ظلم سے کم تر ہیں ان سے بھی انسان کی اسی طرح محافظت ہونی چاہیئے جس طرح انسانی جان کی حفاظت ہوتی ہے - کیوں کہ یہی طریق اس کی حفاظت و سلامتی کا ہے - جمہور

---

[1] فقہ السنہ ۲/۳۲۱ [2] ایضاً

Marfat.com

علماء کی رائے میں جان سے کم تر مظالم میں بھی قصاص ثابت ہے تاکہ جزاء اور عمل میں مجانست ہو۔ ان کا استدلال مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔

ہم نے اس میں ان پر جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص فرض کیا۔ پس جو اسے معاف کردے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔

اس آیت سے ان کا استدلال یہ ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے تورات میں یہود پر فرض کی تھیں جب تک ہماری شریعت نے اُسے منسوخ نہیں کردیا۔ وہ ہماری شریعت تھی۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا درج ذیل فعل بھی اس کا مؤید ہے۔

دوم :۔ انس بن مالک نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے۔ کہ جب ربیع بنت نضر نے ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تو آپ نے اس سے قصاص لے کر دیا۔ انہیں دیت پیش کی گئی مگر انہوں نے قصاص کا مطالبہ کیا۔ انس بن نضر کے بھائی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ربیع کے دانت توڑیں گے۔ جس ذات نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اس کے دانت نہ توڑیئے۔ آپ نے فرمایا اے انس! کتاب اللہ قصاص کا تقاضا کرتی ہے۔ اس واقعہ سے ان کا استدلال یہ ہے کہ جب مظلوم نے مطالبہ کیا تو آپ نے قصاص کا فیصلہ فرمایا اور بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس امر پر دال ہے کہ جان سے کم تر مظالم میں بھی قصاص

Marfat.com

کا ثبوت موجود ہے۔

علماء کے ایک گروہ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ وہ جان سے کم تر مظالم میں قصاص کے عدم وجوب کے قائل ہیں۔ ان کا استدلال بھی آیت وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جان سے کم تر مظالم میں یہود پر قصاص فرض تھا اور ان کی شریعت ہماری شریعت نہیں۔ اب رہا جان کے قصاص کا معاملہ تو وہ دیگر دلائل سے ثابت ہے۔

جمہور کی رائے کے موافق اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ نص میں وارد شدہ حکم عام ہے۔ یہود سے خاص نہیں۔ کیوں کہ آیت کے آخر میں ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

یہ الفاظ حکم کے عموم اور بقاء پر دلالت کرتے ہیں کیوں کہ جو ایسا نہ کرے وہ ظالم ہے۔ ہماری شریعت میں اس حکم کے مقرر ہونے اور اس حکم کے ثبوت و عموم پر یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ربیع بنت نضر کے دانت توڑ دینے پر قصاص کا فیصلہ کیا۔ جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ہمارے نزدیک جان سے کم تر مظالم میں قصاص والے قول کو ترجیح حاصل ہے۔ جس کا ثبوت کتاب و سنت اور اجماع سے ہو چکا ہے۔

ظالم پر یہ قصاص، قصاص فی النفس پر قیاس کرنے سے بھی ثابت ہے۔ کیوں کہ جان سے کم تر مظالم میں مخالفت کرنا دراصل جان کی حفاظت اور سلامتی چاہتا ہے۔ اس طرح یہ قول مخالفین کے قول کے ضعف کو زیادہ کرتا ہے۔

جان سے کم تر مظالم میں قصاص کی قسمیں

جان سے کم تر مظالم میں ثبوت قصاص اور اس کے وجوب کے بیان کے بعد ذیل میں ہم اس کی انواع کو بیان کرتے ہیں۔ جان سے کم تر مظالم میں قصاص کی دو قسمیں ہیں۔

اوّل ۔قصاص فی الاطراف ۔یعنی جب کوئی عاقل بالغ شخص جرم کے ارادہ اور اپنی مرضی سے کسی دوسرے بے گناہ اور مماثل شخص کی طرف پر ظلم کرے اور وہ مجرم کی فرع نہ ہو تو اس حالت میں مظلوم کی مماثل طرف کا قصاص اس پر واجب ہوگا۔سوائے اس کے کہ مظلوم اُسے مطلقاً معاف کردے یا قصاص چھوڑ کر دیت لے لے بعض علمار نے قصاص فی الاطراف میں بعض شروط لگائی ہیں۔

(۱) ظلم سے بچنا۔ یہ اس طرح کہ اگر قطع پہنچے یا کہنی کے جوڑ سے ہو یا اس کی کوئی حد ہو جہاں وہ ختم ہوتا ہو جیسے ناک کا بانسہ یا اس کا نرم حصہ۔

(۲) طرفین میں نام اور مقام کے لحاظ سے مماثلت ہو۔ بائیں کے بدلے دائیں کو قطع نہ کیا جائے و بالعکس چھنگلی کے بدلے دوسری انگلی کو قطع نہ کیا جائے۔کیوں کہ ان دونوں کے نام مختلف ہیں۔

(۳) صحت اور کمال میں دونوں طرفین مساوی ہوں۔ صحیح طرف کو بیمار طرف کے بدلے میں نہ لیا جائے۔

دوم ۔ جان سے کم تر مظالم کے قصاص میں زخم بھی ہیں۔ جب کوئی انسان کسی دوسرے انسان پر ظلم کرے اور اس میں گذشتہ مذکورہ شروط موجود ہوں تو ہم اس کے زخم کو دیکھیں گے۔ اگر مجرم سے قصاص لینا ممکن ہو۔یعنی اگر اس کا زخم قصاص لینے کے بعد مظلوم کے زخم کے مساوی ہو اور کوئی کمی بیشی نہ ہو اور اس کے مماثل ہو تو اس حالت میں اس پر قصاص قائم کیا جائے گا۔ اور اگر قصاص لینا ممکن نہ ہو اور وہ اس طرح کہ مماثلت اور مساوات متعذر ہو اور قدر مطلوب سے تجاوز کرکے اور نقصان پہنچا کر متحقق ہو یا خطرہ کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں مجرم پر قصاص واجب نہیں ہوگا۔ اور اس سے اس جیسے زخم کی معین دیت لے لی جائے گی۔

اوپر کے بیان کے مطابق جان سے کم تر ظلم میں مجرم کو نقصان پہنچائے بغیر قصاص لینا حد بن جائے گا۔ مگر جب اُسے ضرر پہنچتا ہو تو دیت کی طرف عدول کیا جائے گا۔

اسلامی قوانین..... امن و سلامتی کا پیغام

اس سے قبل ہم پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے کہ اسلام ایک ہمیشہ رہنے والا دین ہے۔ جو بشریت کے اصلاح احوال اور شاہراہ زندگی کو منور کرنے کے لیے آیا ہے تاکہ انتشار اور پراگندگی کا خاتمہ ہو سکے۔ اس نے آتے ہی ان تمام طریقوں کو جو فرد اور جماعت کے لیے نقصان دہ تھے ایسے طریقوں میں بدل دیا ہے جو دستور سماوی کے تحت سب کے حقوق اور مصالح کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ دستور اس انسان کی زندگی کو منظم کرتا اور اس کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس زمین میں اپنی خلافت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اس سے قبل وہ ایک ایسے معاشرہ میں زندگی بسر کر رہا تھا جس میں انتشار و فساد کا دور دورہ تھا اور امن برائے نام تھا۔ اول و آخر قوت و مادہ کی حکومت تھی اور اس میں جنگل کا قانون نافذ تھا زندگی قبائلی عداوتوں اور خطرناک جنگلوں میں بسر ہوتی تھی

اللہ تعالیٰ نے جب انسانیت کے لیے خوش گوار زندگی کا ارادہ فرمایا تو فرد اور جماعت کے حقوق کی حفاظت کے واسطے اسلام آیا۔ جو ایک آسمانی دین ہے۔ پس اس دین نے فرد کے جان و مال اور عقل و عزت اور جماعت کے امن و استقرار کی حفاظت کی اور معاشرہ کے امن و سکون کو برباد کرنے والے کے لیے سزائیں مقرر کیں۔

دوسروں کی زندگی اجیرن کرنے والوں کے لیے اس نے قصاص کی سزا مقرر کی۔ درحقیقت یہ عادلانہ سزا اس کے عمل کی جزا ہے کیوں کہ مظلوم کو بھی اسی طرح جینے کا حق حاصل ہے جیسے دوسرے کو۔ پھر اس سزا سے دوسروں کی زندگی کی محافظت ہوتی ہے کیوں کہ جو شخص نفسانی خواہشات کے تحت ظلم کرتا ہے۔

Marfat.com

جب اُسے پتہ چلتا ہے کہ اُسے اپنے کیے کی سزا ملے گی تو وہ ارتکابِ جُرم سے رُکتا ہے۔ اس طرح وہ آدمی محفوظ ہو جاتا ہے جو قتل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور وہ آدمی خود بھی بچ جاتا ہے جو نفس کے بہکاوے میں آکر قتل کرنا چاہتا ہے۔ اس میں بیک وقت دونوں کی زندگی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سچ فرمایا ہے:۔

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔

قصاص نے ہر ضرر پہنچانے والے سے معاشرہ کو اطمینان بخش دیا ہے۔ اور ایسے آدمی کے قتل سے معاشرہ کو انتشار کی بجائے راحت ملتی ہے۔ اگر قانون قصاص نہ ہوتا تو مقتول کے اولیاء پر یہ بات گراں گذرتی کہ ان کے عزیز کا قاتل ان کی زندگیوں سے کھیل کر عیش و عشرت کر رہا ہے تو وہ نفس کے بہکاوے میں آکر انتقام اور غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اس کا کام تمام کر دیتے جس سے ناخوشگوار نتائج پیدا ہوتے اور ہر کوئی اپنی من مانی کرتا اور دنیا پھر جاہلیت اولیٰ کی طرف عود کر آتی شہریت پروان چڑھتی نہ معاشرہ ترقی کرتا، کیوں کہ شہریت کا قیام تو پُر امن معاشرہ میں ہوتا ہے۔ مگر جس معاشرہ میں سکون قلبی حاصل نہ ہو اس میں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ مگر بہت سے لوگ جنہیں شہوات اور شبہات نے بے بصیرت بنا دیا ہے۔ وہ قصاص کو سنگ دلی خیال کرتے ہیں اور قانون قصاص کو لغو قرار دینے کے مطالبات کرتے رہتے ہیں اور ان شبہات سے حجت پکڑتے ہیں جو حقیقت میں کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور نہ خالص حقائق کے آگے وہ اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔ کجا یہ کہ وہ حقیقت کا مقابلہ کر سکیں۔ اب ہم ان چند شبہات کا تذکرہ کریں گے جو عام طور پر بیان کیے جاتے ہیں۔ اور ساتھ ہی ان کا رد بھی پیش کرتے جائیں گے۔

(۱) معاشرہ نے فرد کو کوئی زندگی نہیں دی، کہ وہ اس سے لے کر کسی کو کچھ لوٹا سکے۔

(۲) مجرم کو کچھ ایسے ظروف سے پالا پڑتا ہے جو اُسے خطاءً ارتکاب جرم تک پہنچا دیتے ہیں اور اس کی اصلاح ممکن نہیں کیوں کہ مجرم کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں

کہ وہ مظلوم کی زندگی کو واپس لا سکے۔ اور جب وہ اُسے واپس نہیں لاتا تو اس پہ سزا کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔

(۳) قصاص میں دو شخص معاشرہ سے مارے جاتے ہیں۔ پس دو آدمیوں کو کیوں مارا جائے۔ جب کہ معاشرہ کو مردوں کی ضرورت ہے۔

(۴) اس عقوبت میں سنگ دلی ہے، جو میزان عدل و انصاف پہ پوری نہیں اُترتی۔

(۵) قصاص ایک غیر ضروری سزا ہے۔ اور اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ ان جرائم کو کم کر دیتی ہے جن پر قصاص کا حکم لگایا جاتا ہے۔

ان اعتراضات کی تردید میں ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ قول کہ معاشرہ نے فرد کو کوئی زندگی نہیں دی کہ وہ اس سے کچھ لوٹا سکے ایک مردود قول ہے جو بے بصیرتی پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ معاشرہ نے تو مظلوم کو بھی زندگی عطا نہیں کی۔

پس آپ اس مجرم کے متعلق یہ نظریہ کیسے رکھتے ہیں جو اپنے جرم کی وجہ سے سزا کا مستحق ہو چکا ہے اور آپ لوگوں کو مظلوم کا کچھ خیال نہیں جو بغیر کسی جرم کے اپنی زندگی گنوا بیٹھا ہے۔ پھر قصاص کے قیام میں اس شخص کے مار دینے سے جو اپنی بقا معاشرہ کے نظام کو درہم برہم کرنے میں سمجھتا ہے۔ معاشرہ کا دفاع اور اس کے امن کی حفاظت ہو جاتی ہے۔ اس طرح قصاص جان کی حفاظت اور معاشرہ کے اخلاق اور امت کی حفاظت کا باعث بن جاتا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قصاص سے بہت سے نقصانات جنم لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ظلم بھی ہوتا ہے، کیوں کہ اس غلطی کی اصلاح کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا جیسے جرم کے ظروف نے احاطہ کیا ہوتا ہے۔ ہم انہیں کہتے ہیں کہ غلطی کا احتمال تو دوسری سزاؤں میں بھی ہے اس کی طرف کوئی نظر نہیں کرتا اور وہ سزائیں نافذ ہو جاتی ہیں۔ مگر بایں ہمہ جرم کے زبردست ثبوت مہیا ہونے کے بعد قصاص کا نفاذ ہوتا ہے اور قاضی عموماً دلائل قویہ کے ثبوت کے بعد اس کا حکم لگاتے ہیں۔

Marfat.com

اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قصاص سے دو آدمی مارنے جاتے ہیں۔ ہم ان کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ معاشرہ میں فاسد عنصر کے باقی رکھنے سے کیا فائدہ ہے؟ مجرم کو اس معاشرہ سے نکال باہر کرنے میں یقیناً فائدہ ہے۔ کیوں کہ معاشرہ کو اس سے راحت وسکون ملتا ہے اور دوسرے لوگ بھی اس قسم کے افعال سے رُک جاتے ہیں۔

جن لوگوں نے سزائے قصاص کو سنگ دلی سے تعبیر کیا ہے، ان کے شبہہ کا جواب یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ آپ ایک ہی آنکھ سے دیکھتے ہیں اور آپ کی دوسری آنکھ میں پانی بھر گیا ہے جس سے وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی۔ آپ اس سنگ دلی پر کیوں نظر نہیں کرتے جس کے باعث مجرم نے ایک بے گناہ شخص کو قتل کیا ہے۔ یہ قتل نفسیاتی سنگ دلی سے ہوا ہے اور اس نفسیاتی سنگ دلی کے مقابلہ میں یہی عدل و انصاف ہے کہ اُسے ویسی ہی سزا ملے ؎

ولیس یظلمہم من راح یضربہم بحد سیف بہ من قبلہم ضربًا

اور آپ کا یہ قول کہ اس بات پر کوئی دلیل نہیں کہ جن جرائم میں قصاص کا قیام ہوتا ہے ان میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس قول کو ماضی اور حال کے واقعات جھٹلاتے ہیں۔ اور منطق سلیم بھی اس کی تکذیب کرتی ہے۔ جب مجرم کو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ اُسے جرم کی سزا بھی ویسی ہی ملے گی تو وہ ارتکاب جرم سے رُک جاتا ہے اور معاشرہ میں امن ہو جاتا ہے۔ مگر جب اُسے علم ہو کہ ارتکاب جرم کے بعد بھی اس کی ضروریات پوری ہوتی رہیں گی تو پھر وہ زندگی بھر جرم کے بعد جرم کرتا چلا جاتا ہے اور اگر اُسے سزا دی جائے تو وہ اسے مذاق سمجھتا ہے اور اس پر کچھ اثر نہیں ہوتا اور جرائم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور معاشرہ میں قلق و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔ کیا کوئی عقل مند قوم کے لیے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بھی سچ کہنے والا ہے "وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ" قصاص کے بغیر سب لوگوں کے لیے زندگی متحقق نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

اسلام نے جب قصاص فی النفس کا قانون بنایا تو اس نے اس سے کم تر جرائم کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان میں بھی قصاص کو جاری کیا اور شرط لگا دی کہ کسی پر ظلم نہ کیا جائے اور نہ کسی کو ضرر پہنچایا جائے اور یہ اس لیے کہ کم تر برائیوں سے حفاظت کرنا دراصل انسانی جان کی محافظت کرنا ہے۔ اگر انسانی جان سے کم تر جرائم میں قصاص نہ ہوتا تو شریروں کو دوسرے لوگوں پہ ظلم کرنے کا موقع مل جاتا کیوں کہ جب انہیں یہ علم ہوتا کہ ان کے فعل کی پاداش میں انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی تو وہ ظلم کرنے میں مزید پیش قدمی کرتے۔ اس لحاظ سے قانون قصاص شریروں کے لیے ایک رکاوٹ ہے۔

بہت سے لوگ جو اسلام سے انتقام لینا چاہتے ہیں وہ انسانی جان سے کم تر جرائم کے قصاص کے متعلق بہت سے شبہات پیدا کرتے رہتے ہیں اور اسے لغو قرار دیئے جانے کا مطالبہ کرتے ہیں ہمارا ان کے متعلق وہی موقف ہے جو ایک بلند چوٹی پر رہنے والے متدین ایمان دار کا بطن وادی کے اقل حصہ میں رہنے والے کے متعلق ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا حقیقت پسندانہ موقف ہے جو بے بنیاد اوہام سے پاک ہے۔ لیکن ان لوگوں کا کہنا ہے کہ انسانی جان سے کم تر جرائم میں قصاص کا قیام معاشرہ میں بدصورت لوگوں کو بڑھاوے کا اور اس پر عمل نہ کرنے سے قوائے بشریہ میں جو نقائص پیدا ہو جاتے ہیں ان میں رکاوٹ ہو جائے گی؟

قطع اطراف میں مساوات تامہ نادر الوجود ہے کیوں کہ آنکھوں کی بینائی اور ہاتھوں کی گرفت مختلف ہوتی ہے؟

قصاص کے معنے جرم و سزا میں مساوات کے ہیں اور یہ ایک ناممکن بات ہے۔

اب ہم ان شبہات کا جواب دیتے ہیں۔

یہ بات کہ قصاص بدصورت لوگوں میں اضافہ کا باعث ہے ایک دعویٰ ہے مگر اس کا عکس صحیح ہے کیوں کہ قصاص سے بدصورت لوگوں کے تناسب میں کمی واقع ہو جاتی ہے اس لیے کہ جب ظالم کو علم ہو گا کہ اس سے بھی ویسا ہی سلوک کیا

جائے گا تو وہ جُرم سے رُک جاتا ہے۔ اس طرح وہ خود اور جس کے متعلق اس نے جرم کا ارادہ کیا ہوتا ہے دونوں بچ جاتے ہیں۔

آپ کا یہ قول کہ قصاص سے قوائے بشریہ میں نقائص پیدا ہو جاتے ہیں، یہ قول بھی توجہ کے لائق نہیں۔ کیوں کہ ایسا آدمی جس پر شر غالب آگیا ہے اس قابل نہیں کہ وہ معاشرہ میں فعال قوت ہو۔ بلکہ قصاص کے قیام میں قوائے عاملہ کو زندہ اور زیادہ کرنا مدنظر ہوتا ہے۔ کیوں کہ اس سے دوسرے بھی جرائم کے ارتکاب سے رک جائیں گے اور مقدور بھر معاشرہ کی خدمتیں کریں گے۔

ان کا یہ شبہہ کہ قصاص میں مساوات مشکل ہے اس لیے اس کا قیام نہیں ہونا چاہیئے یہ ایک مردود شبہہ ہے۔ کیوں کہ اس جگہ قویٰ کی مساوات مطلوب نہیں۔ بلکہ صرف صحیح وسلامت ہونے کی مساوات مطلوب ہے نہ کہ طبعی قوت میں مساوات جب کہ ہر انسان اپنے قویٰ سے اسی قدر استفادہ کرتا ہے جس قدر ان سے استفادہ ہو سکتا ہے۔ پھر اگر طبعی قوت کو دیکھا جائے تو بات مبدءِ قوت تک چلی جائے گی جو طاقت وروں کی حفاظت کرتا ہے اور کمزوروں کو کوئی وزن نہیں دیتا۔

اسلام نے جان کی محافظت کے لیے مرد اور عورت کے درمیان ایک تعلق پیدا کر دیا ہے، جو اس کی توجہات کا مرکز ہے۔ اس تعلق کے لیے اس نے ایک دقیق نظام بنایا ہے جو اسے ایک بہترین انسانی تعلق بنا دیتا ہے۔ جو اس انسان کے شرف وکرامت کے مناسب حال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دے کر زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اس تعلق کو مکمل کرنے کے لیے اس نے نکاح کا قانون مقرر کیا ہے جس سے معاشرہ کی اٹھان ایک مضبوط بنیاد سے ہوتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اس نے ہر اس طریق سے روک دیا ہے، جو معاشرہ کو ہلاکت اور تباہی تک لے جاتا ہے۔

زنا جہاں اخلاق کریمہ کے منافی ہے وہاں ضیاعِ انساب، انتشارِ فساد اور معاشرہ کی پراگندگی کا موجب بھی ہے۔ اس کے لیے ایسی سزا مقرر کی گئی ہے جو اس برے کام سے روکنے والی، اخلاق کی حفاظت کرنے والی اور معاشرہ کے اخلاق کی

Marfat.com

تعمیر کرنے والی ہے۔ درحقیقت زنا خاندان پر ظلم ہے جو معاشرہ کا ابتدائی بیج ہے۔ زنا کی سزا بڑی قاطع ہے جو مجرم کے جرم کی عظمت کے مطابق دی جاتی ہے۔ شادی شدہ کو رجم کی سزا دی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مر جاتا ہے۔ کیوں کہ اس کا شادی کے بعد زنا کرنا اس کے کمینے پن اور رذالت کی واضح دلیل ہے اور وہ ایک شریر عنصر ہے جس کا قلع قمع کرنا واجب ہے کیوں کہ اس نے حلال اور مباح چیز کو چھوڑ کر سرکشی اور ظلم سے حرام چیز کی طرف تجاوز کیا ہے۔ کنوارے کی سزا کوڑے اور جلا وطنی ہے۔ بلاشبہہ یہ شادی شدہ آدمی کی سزا سے کم تر ہے حالانکہ جرم ایک ہی ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ ان دونوں نے یہ کام دو مختلف حالتوں میں کیا ہے۔

بعض وہ لوگ جو اس بات کے خواہاں ہیں کہ معاشرہ میں فواحش کی اشاعت ہو اور فضائل خیر مٹ جائیں اور جنگل کے قانون سے بھی کم تر قانون کی انسانی معاشرہ پر حکمرانی ہو۔ ان کے خیال میں سزائے رجم سنگ دلی ہے جو انسانی شرف کے مناسب حال نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سزا انسانی شرف و کرامت کی حفاظت کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ان کا یہ قول کہ اس میں سنگ دلی ہے یہ قول سطحیت پر مبنی ہے جس کی رسائی حقائق تک نہیں۔

یہ سنگ دلی نہیں، بلکہ بہت سے موانع کی موجودگی میں سنگ دلی کے مرتکب کو سنگ دل سے روکنے والی ہے۔ پس اس کے عمل کے مطابق اس پر حکم لگایا گیا ہے اور یہ اس کی سختی معاشرہ میں فواحش کے انتشار کو کم کرتی ہے کیوں کہ جب زانیہ اور زانی کو علم ہو کہ انہیں سنگسار کیا جائے گا تو وہ اس بُرے فعل کے ارتکاب سے رک جائیں گے جو اس انجام تک پہنچاتا ہے اس پر ہم یہ اضافہ بھی کرنا چاہتے ہیں کہ صحت، اخلاق اور اقتصاد کو زنا نے بہت نقصان پہنچایا ہے اور اس پر مداومت کرنا جنون اور فقدانِ عقل تک پہنچاتا ہے۔

شارع حکیم نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کے متعلق اسے علم تھا کہ ان کے یہ یہ نقصانات بلاد و عباد کو پہنچیں گے شراب بھی حرام چیزوں میں سے

ایک ہے ۔ اس کے پینے والے کے لیے اس نے ایسی سزا مقرر کی ہے جو دوسروں کو بھی روکنے والی ہے کیوں کہ وہ بندوں سے بھی زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ مگر جو رذیل لوگ معاشرہ میں فساد انگیزی کرنا چاہتے ہیں وہ کوّوں کی طرح شور ڈالتے رہتے ہیں کہ شراب نوش کو سزا دینا سنگ دلی، ظلم اور اس کی حریت کو سلب کرنا ہے۔ ان کا ادّعا یہ ہے کہ شراب میں بہت سے فوائد ہیں۔ اس سے فربہی، خون کی صفائی اور شہوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نشہ اور خوشی کی وجہ سے انسان اپنے غموں اور ماحول کو بھلا دیتا ہے اور اُسے سعادت حاصل ہوتی ہے۔ مگر واقعات ان باتو کی تردید کرتے ہیں۔

طب جدید نے انسانی تصور سے بھی بڑھ کر اس کے نقصانات کو ثابت کیا ہے اور یہ بات بھی غلط ہے کہ اس سے وقتی طور پر لذت ملتی ہے۔ یہ کوئی یقینی بات نہیں جب شارع نے اسے حرام قرار دے کر اس کے پینے والے کے لیے سزا مقرر کی ہے تو وہ اس کے نقصانات کو کمزور عقول بشریہ سے زیادہ جانتا ہے۔

آپ کا یہ قول کہ شراب نوش کی سزا سنگین ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ سزا عمل کے مطابق ہے۔ اگر انسان اپنی عقل کے ضیاع کا قیاس کرے جو اس اکیلے کی نہیں بلکہ اس کی اور معاشرہ کی اکٹھی ملک ہے، تو اس کے فقدان سے معاشرہ کا ایک عضو مفقود ہو جاتا ہے اور وہ اُسے نقصان پہنچا کر معاشرہ پر ظلم کرتا ہے اور جب انسان اپنے آپ پر اور معاشرہ پر ظلم کرے تو اس کے ساتھ سنگ دلی کا سلوک ہونا چاہیئے۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں اس سنگ دلی کا نام رحمت رکھ دوں کیوں کہ اس سے وہ خود اور معاشرہ دونوں تباہی و بربادی سے بچ جاتے ہیں۔

اموال انسان کی محبوب چیز ہیں۔ ان پر ظلم کرنے سے انسانی احساسات پر ظلم ہوتا ہے کیوں کہ محبوب چیز لُٹ جانے سے انسان کے امن و قرار میں خلل پڑتا ہے جس کا تقاضا انسان اپنی شہری زندگی میں کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اپنے نفس کے بہکاوے میں آکر دوسروں کے مال لوٹنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں

چور کی سزا ہاتھ کا قطع کرنا ہے جو چوری کا آلہ ہے۔ اس سزا سے اُسے خود' اور دوسروں کو روکنا بھی مقصود ہے۔ لوگوں کو جب اس بات کا علم ہوگا کہ چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا تو وہ خود بخود چوری سے رُک جائیں گے۔ خاص طور پر جب معاشرہ کو خوش گوار زندگی میسر ہو۔ اور دل ایمان اور پیٹ طعام سے بھرا ہوا ہو۔ ان حالات میں جو لوگوں کے ہاتھوں کی طرف دیکھتا ہے وہ کمینہ ہے اور وہ معاشرہ کا ایک شل عضو ہے۔ اس کا کاٹ دینا بہتر ہے۔ تاکہ دوسروں کے لیے عبرت ہو۔ مگر جنہیں لوگوں کی خوش حالی ایک آنکھ نہیں بھاتی وہ چاہتے ہیں کہ لوگ خوف زدہ ہو کر زندگی بسر کریں۔ ان کے خیال میں یہ سزا معاشرہ میں بدصورتوں کے اضافہ اور ارکام میں رکاوٹ کا موجب ہوگی۔

کیا انہوں نے اس بھونڈے پن کو نہیں دیکھا جو چور نے معاشرہ کی بنیاد اور طبیعت میں پیدا کیا ہے۔ چور ایک لمبا زمانہ بگاڑ پیدا کرتا رہتا ہے اور معاشرہ کی ترقی کو کئی سال پیچھے ڈال دیتا ہے وہ امن کو برباد کرتا اور حرمت کی جنگ لڑتا ہے۔ چوری کی سزا سے بدصورتوں میں اضافہ نہیں ہوگا۔ بلکہ ان کا وجود کم ہو جائیگا کیوں کہ اقامت حد چوری کرنے کے خواہش مند کے لیے بھی رکاوٹ بن جائے گی۔ اس طرح وہ خود اور لوگ بھی امن میں آجائیں گے۔

ایک ایسے عضو کے فقدان سے جو پیچھے لے جاتا ہے اور ترقی نہیں کرتا۔ خوب کرتا ہے تعمیر نہیں کرتا معاشرہ کو کیا نقصان پہنچ سکتا ہے انسان فوراً ان اعضاء کو علیحدہ کر دیتا ہے جن کے موجود رہنے سے اس کے جسم کی سلامتی خطرے میں پڑتی ہے۔ ایسے بیکار عضو کا کاٹ دینا صالح معاشرہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

امن اُن چیزوں میں سے ہے جن کے لوگ گن گاتے ہیں۔ اسلام نے اس کی حفاظت کے لیے امن کے برباد کنندگان کے لیے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ اسلام نے اس کے لیے محاربت کی سزا مقرر کی ہے اور وہ ہے قتل، صلب، قطع اور جلاوطنی

شارع نے یہ سزا ان لوگوں کے لیے مقرر کی ہے جو دوسروں پر ظلم کرتے ہوئے

Marfat.com

ناجائز استعمال کرتے اور اجتماعی نظم و روابط سے خروج کرتے ہیں۔ محاربین کی اذیت سے بڑھ کر معاشرہ کے لیے اور کوئی اذیت نہیں وہ حاکم و محکوم کے لیے شر ہیں۔ امن عامہ کو برباد کرتے اور زمین میں فساد کرتے ہیں وہ اس الٰہی حد کے مستحق ہیں اور یہ سزا ان کے جرم کے مناسب حال مقرر کی گئی ہے۔ بعض وہ لوگ جو نور الٰہی کو بجھانا چاہتے ہیں ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو طلوع آفتاب کے چوتھے گھنٹے بعد پھونکیں مارنے لگتا ہے کہ اس کے نور کو بجھا دے۔

جو لوگ اس سزا کو سنگ دلی کہتے ہیں ہم انہیں کہتے ہیں کہ ان الفاظ کو ہر سزا کے متعلق آپ نے دہرایا ہے تاکہ آپ اس جذبۂ شفقت کو ابھار سکیں جو قلوب انسانی میں جاگزیں ہے تاکہ آپ کی بات مؤثر ہو سکے مگر آپ کو علم نہیں کہ نفس انسانی میں بہت سے جذبات ہیں اور جذبہ شفقت کس وجہ سے ابھرتا ہے وہ اندھا نہیں۔ اُسے مجرم پہ رحم نہیں آتا اور نہ بے گناہ پہ وہ ظلم کرتا ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ جذبہ شفقت کے ساتھ عقل و عدل کے عاطفے بھی ہیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ یہ سنگدلی ہے تو یہ سنگ دلی ان کے اعمال کے مناسب حال ہوتی ہے۔ جس سنگ دلی کا انہوں نے مظاہرہ کیا ہے اس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیوں کہ وہ لوگوں پہ ظلم ہے۔ امن کی بربادی ہے۔ حاکم کے سامنے تمرد ہے۔ اخلاق فاضلہ اور اقدار عالیہ کو تباہ و برباد کرنا ہے۔

اسلام نے قیام امن کی خاطر لوگوں کو حاکم کی اطاعت کا حکم دیا ہے کیوں کہ اس کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے امام کے خلاف بغاوت کرنے والے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے والے کے لیے ایسی سزا مقرر کی ہے جو دوسروں کو بھی روکنے والی ہے۔ کیوں کہ اس سے معاشرہ میں بہت سی خرابیاں جنم لیتی ہیں۔ یعنی قلق و اضطراب پیدا ہوتا ہے۔ باغیوں کو یہ سزا پہلے مرحلہ میں ہی نہیں دے دی جاتی۔ بلکہ جب ان کا عمل اس کا تقاضا کرتا ہے

Marfat.com

تب دی جاتی ہے۔

اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں کہ اسلام اصلاحِ اوضاع، تصحیح مفاہیم اور تہذیب کے لیے آیا ہے۔ یہ زندگی کو مکمل کرنے والا ایسا واضح طریق ہے جو دلیل و برہان پر قائم ہے۔ اس میں فطرت انسانی سے متصادم ہونے والی کوئی چیز نہیں اور نہ ہی درجہ کمال تک پہنچنے میں کوئی چیز حائل ہوتی ہے۔ اس میں داخل ہونے والوں نے اس کی حقیقت کو پہچان لیا ہے اور اس کی حلاوت سے لذت اٹھائی ہے اور جب کوئی دخول کے بعد اس سے خروج کرتا ہے تو وہ دلیل و برہان اور فطرتِ الٰہیہ کا مخالف ہو جاتا ہے اور جب انسان انحطاط کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اس کی حفاظت اور بقا مطلوب نہیں ہونی چاہیئے کیوں کہ وہ شر کی پوٹ ہے۔ جس کی نہ کوئی اہمیت ہے نہ غایت۔ اس کے وجود کو کاٹ دینا چاہیئے۔

شریعت نے مرتد کی سزا قتل مقرر کی ہے۔ یہ اس کے قتل کی جزا ہے۔ ہاں اس نے اس سے توبہ کے مطالبے کے لیے مدت مقرر کی ہے تاکہ وہ ہدایت کی طرف پلٹ آئے۔ یہ عدل و انصاف کا کمال ہے۔

بعض معترضین اس سزا کو بھی سنگ دلی خیال کرتے ہیں۔ اور اسے آیت "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" سے متصادم خیال کرتے ہیں۔ نیز وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سزا سے نفاق میں اضافہ ہوتا رہے، اور یہ معاشرہ کے لیے ارتداد سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ مگر واقعات و حقائق اس کے خلاف ہیں۔ یہ سزا اگرچہ سنگین ہے مگر یہ عمل کے مناسب حال مقرر کی گئی ہے۔ کیوں کہ جو آدمی دین کو ایک مذاق اور کھیل بنا لیتا ہے اور اس کے مبادی کو سواری بنا کر درجہ انحطاط تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ اپنے نفس کے کسی شرف کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ یہ سزا معاشرہ کو فکری بے راہ روی اور عقائدی تنازعات سے محفوظ رکھنے کے لیے ہے جو اس کی عادات کو تباہ اور حرکت کو شل کر دیتے ہیں۔

آپ کا یہ کہنا کہ یہ سزا "لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" کی آیت سے متصادم

درست بات نہیں کیوں کہ یہ آیت اول مرتبہ دخول اسلام کے اکراہ سے تعلق رکھتی ہے۔ مرتدین سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے کہ انسان دخول اسلام سے قبل غور و فکر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ہدایت پا جاتا ہے۔ مگر مرتد کی عقل مسخ ہو جاتی ہے اور اس پر خباثت حاوی ہو جاتی ہے اور حق کے عرفان کے بعد وہ اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

آپ کا یہ قول کہ اس سزا سے نفاق میں اضافہ ہوتا ہے ایک مردود قول ہے حقیقی مسلمان اسلام ترک کر کے کسی اور طرف جا ہی نہیں سکتا اور جب اُسے منع کیا جائے گا تو وہ منافق ہو جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ منافق وہ لوگ ہیں جو عادی اغراض کے پیش نظر زبانی اقرار کر کے اسلام میں داخل ہوئے اور جب ان کا مقصد پورا ہو گیا تو وہ اسلام سے پھر گئے۔ اس لحاظ سے ارتداد کی سزا نفاق کی جڑ کاٹنے اور منافقین کی تعداد کم کرنے کے لیے ہے۔

اسلام نے جب فرائض کو فرض کیا اور محرمات کو حرام قرار دیا تو اس کے فرائض کی توہین کرنے والے اور حرام کو حلال قرار دینے والے کو اس نے یونہی نہیں چھوڑا۔ اس نے تارک فریضہ اور محرمات کو حلال قرار دینے والوں کے لیے سزائیں مقرر کی ہیں جو دوسروں کو اس قسم کے افعال سے روکتی ہیں۔

اگر ہم بنظر غائر ان معاشروں کا جائزہ لیں جو ان حدود کے پابند ہیں اور جو ان کے پابند نہیں، تو ہمیں ان کے درمیان بڑا فرق نظر آئے گا۔ حدود کے پابند معاشرے محبت و الفت سے شاد کام، سعادت سے بہرہ اندوز اور دین کے دامن سے وابستہ ہوں گے۔ اس دین کا دستور سماوی بغیر کسی نقص اور طرف داری کے فرد اور جماعت کے حقوق کا محافظ ہے۔ انسانی کرامت اور کائنات میں اس کے مقام کا پاسبان ہے۔ اس کے جسم، نسب، عزت، عقل و شعور اور زندگی کا نگران ہے۔ معاشرہ کو بے کلی فتنوں اور اضطرابات سے بچاتا ہے اور اُسے بھلائی اور ترقی کے ہدف کی ایک اینٹ قرار دیتا ہے۔ سعادت کے حصول میں فرد اور

معاشرہ سے تعاون کرتا ہے۔ خطا کار کی مقررہ کردہ سزا میں عدل و انصاف کا ضامن ہو کر اُسے فیصلے سے راضی کر دیتا ہے کیوں کہ حدود اللہ کے قیام میں لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

مگر وہ معاشرے جو حدود اللہ کے پابند نہیں وہ اخلاقی انحطاط میں حد سے گذر گئے ہیں۔ ان میں قلق و اضطراب اور پراگندگی کا دور دورہ ہے۔ لوگ جہنم کی آگ میں زندگی بسر کر رہے ہیں جس کا نام انہوں نے مدنیت رکھا ہوا ہے انہیں امن و سکون حاصل نہیں اور جسے امن و سکون حاصل نہ ہو وہ نہ ترقی کر سکتا ہے نہ مادی اشیاء سے لذت اندوز ہو سکتا ہے۔ قتل کے جرائم اور ردوسروں کی عزت اموال اور مملوکات پر زیادتی کرنا ان کے لیے ایک طبعی بات ہے۔ کیوں کہ ان معاشروں میں مجرموں کو ان کے افعال سے روکنے والا کوئی نہیں اور نہ ہی ان کے ضمیروں کی تربیت اور ان کے سلوک کی اصلاح کا کوئی ذریعہ ہے۔

زنا اس قدر سہیل کیا ہے کہ وظیفہ نکاح معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے درمیان صحیح تعلق کے قیام کے لیے پسند کیا ہے جو نوع انسانی کی بقاء کا صحیح راستہ ہے تاکہ زمین کی آبادی ہو سکے۔ زنا کے انتشار کی وجہ سے مرد عورت کو بطریق نکاح اپنے حبالۂ عقد میں لانے سے اعراض کر لیتا ہے۔ کیوں کہ اسے زنا سے جنسی لذت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد عورت میدان زنا میں بلا وبال بن جاتی ہے اور اس طمانیت کو کھو دیتی ہے جو خاوند کے تحت اسے ملتی ہے جو اس کے تمام حالات اور حیثیت کی آب و تاب کا محافظ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ میدان عمل میں روٹی کے حصول کے لیے ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہے اور یہ بات عورت کی فطرت اور اس کی نسوانیت کے خلاف ہے۔

زنا کے علاوہ نشہ آور چیزوں کا استعمال اموال و مملوکات پر ڈاکوؤں کی دست درازیاں قافلوں اور منازل پر حملے ارتکاب جرائم میں مسابقت اور اس پر انعامات جس سے لوگوں کے دلوں میں رعب اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ جو انسانی تمدنی ترقی کو تباہ

Marfat.com

کرتا ہے۔ یہ چیزیں ان معاشروں کا روزمرہ ہیں، اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بُعد اختیار کرنے کا طبعی نتیجہ ہے۔ انہوں نے دستورِ الٰہی کو ترک کر کے بندوں کے دساتیر کو پسند کر لیا ہے، جن میں انسانی حاجات اور ازمنۂ مختلفہ کی مقتضیات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا گیا۔ پس ان جیسا بشر ان کے لیے کیسے نظام بنا سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان نظاموں کے واضعین نے اپنے آپ کو لوگوں کا شارع اور حاکم قرار دے لیا ہے۔ حالانکہ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔

امت اسلامیہ کو جو عظمت اور بزرگی حاصل ہے وہ اُسے اللہ تعالےٰ کے فضل، دین سے تمسک اور زندگی کے تمام شعبوں میں احکام الٰہی کی پابندی کو اختیار کر کے حاصل ہوئی ہے اور یہ عزت و کرامت اُسے ہمیشہ حاصل رہے گی۔ اور جب تمام بشری نظام عالم کی قیادت سے درماندہ اور عاجز آ جائیں گے تو امت اسلامیہ قیادت عالمی کو سنبھال لے گی۔ ہاں اگر وہ نظام صدق دلی سے اپنے رب کے راستہ کی طرف آجائیں تو اسی میں ان کی سعادت، بھلائی، ترقی اور تمدن کے سامان ہیں۔ بلکہ جہاں تک انسانی نظر بلندی پہ جا سکتی ہے اس سے بھی زیادہ اس میں ترقی کے مواقع موجود ہیں۔

مختصر یہ کہ یہ ایک حقیقی اور مثالی دین ہے۔

Marfat.com

مراجع وماخذ

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف	المطبعة أو الناشر
		التفسیر	
۱-	القرآن الکریم	تنزیل من حکیم حمید	
۲-	الجامع لأحکام القرآن	محمد بن احمد القرطبیؒ	دار الکتاب العربی للطباعة والنشر ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷م
۳-	روح المعانی	محمود الآلوسیؒ	دار احیاء التراث العربی بیروت - ادارة الطباعة المنیریة
۴-	زاد المسیر فی علم التفسیر	عبد الرحمٰن بن الجوزیؒ	المکتب الاسلامی للطباعة والنشر دمشق أولی ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵م
۵-	فتح القدیر	محمد بن علی الشوکانیؒ	مطبعة مصطفی البابی الحلبی واولادہ بمصر ثانیة عام ۱۹۸۳ھ / ۱۹۶۴م
		الحدیث	
۶-	جامع الاصول	ابن الأثیر الجزری / تحقیق محمد حامد الفقی	مطبعة السنة المحمدیة أولی ۱۳۶۹ھ / ۱۹۶۷م
۷-	سبل السلام	الصنعانی	مطبعة الامام بمصر
۸-	سنن الترمذی	لأبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	حمص . أولی . ۱۳۸۷ھ / ۱۹۶۷م
۹-	السنن الکبریٰ	أبی بکر احمد بن علی البیہقیؒ	مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیة بحیدر آباد - الدکن - أولی ۱۹۵۴م
۱۰-	الجوہر النقی	للترکمانیؒ	
۱۱-	صحیح مسلم بشرح النوویؒ	یحییٰ النوویؒ	المطبعة المصریة ومکتبتها
۱۲-	فتح الباری	احمد بن حجر العسقلانیؒ	المطبعة السلفیة ومکتبتها بالقاہرة
۱۳-	المنتقیٰ من اخبار المصطفیٰ	عبد السلام بن تیمیة الحرانیؒ	مطبعة حجازی بمصر
۱۴-	نیل الأوطار	محمد بن علی الشوکانیؒ	مطبعة مصطفی البابی الحلبی بمصر ثالثة ۱۳۶۲ھ / ۱۹۶۱م
		الفقه	
۱۵-	الأم	محمد بن ادریس الشافعیؒ	مکتبة الکلیات الازہریة ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶م
۱۶-	بدایة المجتہد ونہایة المقتصد	محمد بن رشد القرطبیؒ	

Marfat.com

نمبر شمار	اسم الکتاب	اسم المؤلف	المطبعة أو الناشر
۱۷-	حاشیۃ بن عابدین	محمد امین الشہیر بابن عابدین	مصطفیٰ البابی الحلبی مصر ثانیۃ ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶م
۱۸-	الروض المربع	منصور البہوتی	مطبوعات رئاسۃ الکلیات والمعاھد العلمیّۃ
۱۹-	غایۃ المنتہی فی الجمع بین الاقناع والمنتہی	مرعی بن یوسف الحنبلیؒ	مؤسسۃ دارالسلام للطباعۃ والنشر
۲۰-	کشف المخدرات والریاض المزہرات	عبدالرحمٰن عبداللہ البطحیؒ	المطبعۃ السّلفیّۃ ومکتبتھا
۲۱-	المحلّٰی	محمد بن علی بن حزمؒ	مطبعۃ الامام بمصر
۲۲-	المغنی والشرح الکبیر	ابن قدامۃؒ	المکتبۃ السّلفیّۃ - مکتبۃ المؤید
۲۳-	منار السبیل فی شرح الدلیل	محمد بن ابراہیم بن ضویان	المطبعۃ الہاشمیۃ دمشق ۱۳۷۸ھ
	المنوعات		
۲۴-	التشریع الجنائی الاسلامی	عبدالقادر عودہؒ	دارالکتاب العربی بیروت
۲۵-	الاحکام السلطانیّۃ	علی بن محمد الماوردیؒ	مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰م
۲۶-	روضۃ الناظر	ابن قدامۃؒ	مطابع الجزیرۃ الریاض ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹م
۲۷-	العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی	محمد ابوزہرہ	الناشر دارالفکر العربی
۲۸-	فقہ السنۃ	سید سابق	دارالکتاب العربی بیروت اولیٰ ۱۳۸۹ / ۱۹۶۹
۲۹-	المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم	محمد فؤاد عبدالباقی	مطابع الشعب ۱۳۷۸ھ
	اللغت		
۳۰-	تاج العروس	للواسطیؒ	المطبعۃ الخیریۃ بمصر اولیٰ ۳۰۶
۳۱-	تہذیب اللغت	محمد بن احمد الازہریؒ	الدار المصریّۃ للتألیف والنشر
۳۲-	القاموس المحیط	للفیروز آبادی	مصطفیٰ البابی الحلبی بمصر ثانیۃ ۱۳۷۱ / ۱۹۵۲م
۳۳-	لسان العرب	لابن منظور	المطبعۃ المیریۃ ببولاق بمصر اولیٰ - ۱۳۰۰ھ

Marfat.com

اسلام کا نظام تعزیرات

تصنیف: عبدالرحمٰن عبدالعزیز الداؤد * ترجمہ: طارق اکیڈمی

طارق اکیڈمی فیصل آباد

Marfat.com